Fikr-o-Nasar (Islamabad) 19:10 (1982)

قرائن و واقعات سے شہادت کی فراہمی

پروفیسر انوار اللہ

اگر کسی جرم یا حق کے بارے میں مدعی کسی پر دعویٰ کرے اور اس کے پاس کوئی مرد یا عورت گواہ نہ ہو تو حصولِ انصاف کی خاطر اور ضیاعِ حقوق وحدود سے بچنے کے لئے واقعات اور حالات کے مطابق ہر وہ گواہی قبول کی جائے گی جو یقین کا فائدہ دے۔ اس قسم کی گواہی اس صورت میں بھی قبول کی جائے گی جب مقدمہ میں گواہ مقررہ نصابِ شہادت سے کم ہوں۔ اس کی بنیاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے "البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر" یعنی "مدعی پر بیّنہ ہے اور جس نے انکار کیا اس پر قسم" تو حضورؐ نے لفظ بیّنہ فرمایا جس کے معنی ہیں "ظاہر کرنے والی چیز" جیسا کہ علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بیّنہ سے مراد ہر وہ چیز ہے جو حق کو ظاہر کرے اور قرآن وحدیث میں اس سے یہی معنی مراد لئے گئے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے "ولقد ارسلنا رسلنا بالبینٰت" "قل انی علی بیّنۃ من ربی" "وما تفرق الذین اوتوا الکتاب الا من بعد ما جاءتھم البیّنۃ" "ام آتیناھم کتابا فھم علی بیّنۃ منہ"، تو ان ساری آیتوں میں لفظ یا بینات روشن دلیل یا ظاہر حق یا دلیل حق کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے ایک مدعی سے پوچھا "الک بیّنۃ" کیا تمہارے پاس (اس دعوی کو سچ ثابت کرنے کی) کوئی دلیل ہے تو یہ بات صاف طور سے عیاں ہے کہ بیّنہ سے مراد ہر وہ دلیل ہے جو دعوی کو ثابت کرے خواہ وہ گواہ ہو یا اور کوئی چیز گویا ثبوتِ حق کسی ایک معین چیز پر موقوف نہیں ہے جیسا کہ فقہا نے اسے صرف دو گواہ یا ایک گواہ اور قسم پر مخصوص کیا ہے۔ آگے چل کر انہوں نے لکھا ہے کہ عینی شہادت، تحریری

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

شہادت، قسم، اقرار اور ہر قسم کی واقعاتی شہادت غرضیکہ یہ سب باتیں بیّنہ کی حیثیت رکھتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک گواہ کے قائم مقام ہے۔ اس لئے اگر کسی مقدمہ میں عینی گواہوں کی مقررہ تعداد میں کمی ہو یا گواہ بالکل نہ ہوں تو اس وقت کسی بھی قسم کے بینہ کو جو یقین کا فائدہ دیتا ہو قبول کر لیا جائے گا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ [۵۸]

البتہ کسی بھی مقدمہ میں کسی جرم یا حق کو ثابت کرنے کے لئے سب سے پہلے درجہ پر عینی گواہ ہوتے ہیں۔ لیکن اگر کسی وجہ سے عینی گواہ میسر نہ ہوں یا مقررہ تعداد سے کم ہوں اور دوسرے ذرائع سے وہ جرم یا حق ثابت ہو سکتا ہو تو پھر حصولِ انصاف کے لئے اس کو بھی قبول کیا جائے گا تاکہ حدود و حقوق ضائع نہ ہوں۔ چنانچہ ابن قیم نے مذکورہ بالا کتاب میں آگے چل کر لکھا ہے "ناممکن ہے کہ شارع ایسی دلیل یا ایسی دلالت کو مہمل کر دے اور ایسے حق کو ضائع کر دے جس کا ظہور اور حجت ہر شخص جان سکتا ہے بلکہ جب اس کے خلاف لوگوں کا خیال ہو گیا تو وہ حکم کے صحیح طریقہ ضائع کرنے لگے اور ان کے ہاتھ سے بہت سے حقوق تلف ہونے لگے کیونکہ ان کے نزدیک حق کے ظاہر ہونے کا ایک ہی معین طریقہ تھا لہٰذا اس صورت میں ہر ظالم اور بدکار کے لئے ظلم اور بدکاری آسان ہو گئی۔ وہ اپنا کام کھلے بندوں کر گزرا اور صاف کہہ دیا کہ دو گواہ لا کر پیش کرو گواہ ملے نہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ اور اس کی مخلوق کے بہت سے حقوق تلف ہونے لگے۔" [۵۹]

بہر حال اسلامی شریعت میں واقعات اور قرائن سے شہادت کی کافی اہمیت ہے اور اگرچہ یہ فیصلہ کن اور مستقل چیز نہیں ہے لیکن صحیح فیصلہ کی جانب کافی مدد دیتی ہے اور انصاف کے حصول کو ممکن بنا دیتی ہے۔ قرآن کریم میں سورۂ یوسف میں مذکور واقعہ سے ایسی شہادت کی اہمیت اور افادیت کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت یوسفؑ پر عزیز مصر کی بیوی کا الزام زنا رد کرنے کے لئے قرائن سے مدد لی گئی جب عزیز مصر کے گھر کے ایک ہوشیار اور تجربہ کار شخص نے واقعہ کی تفصیلات سن کر کہا کہ اگر یوسفؑ کی قمیص سامنے سے پھٹی ہے تو یوسفؑ کا قصور ہے اور اگر پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو عزیز کی بیوی قصور وار ہے۔ چونکہ ان کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی تھی اس لئے

حضرت یوسفؑ بے گناہ قرار پائے۔ [۱۳]

نسائی نے علقمہ بن وائل سے روایت نقل کی ہے جو اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک عورت جو صبح سویرے نہایت تکلیف سے مسجد جا رہی تھی کہ ایک آدمی نے اندھیرے میں آکر اس کے ساتھ زنا کر لیا۔ اتنے میں دوسرا آدمی وہاں سے گزر رہا تھا تو اس عورت نے اس سے مدد طلب کی جس پر وہ زانی بھاگ گیا اور دوسرا آدمی اس زانی کے پیچھے بھاگنے لگا۔ اتنے میں اور لوگ بھی وہاں سے گزرنے لگے تو اس عورت نے ان سے مدد طلب کی تو انہوں نے اس دوسرے آدمی کو جو اصل زانی کی تلاش میں عورت کی مدد کر رہا تھا وہاں پایا اور اس کو اس عورت کے پاس کھینچ کر لے آئے۔ اس آدمی نے عورت سے کہا کہ میں تو وہ ہوں جو آپ کی مدد کے لئے اس زانی کی تلاش میں تھا جو بھاگ گیا ہے بہرحال ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو عورت نے کہا کہ یہ وہ شخص ہے جس نے مجھ سے زنا کیا ہے اور ان لوگوں نے بھی کہا کہ ہم نے ان کو نہایت جلدی میں پایا۔ اس پر آدمی نے کہا کہ میں تو اس کے اصل زانی کے بارے میں اس کی مدد کر رہا تھا کہ اتنے میں ان لوگوں نے مجھے پکڑ لیا عورت نے کہا یہ جھوٹ بولتا ہے۔ یہی وہ آدمی ہے جس نے مجھ سے زنا کیا ہے اس پر حضورؐ نے فرمایا اس کو لے جاؤ اور اس کو رجم کراؤ۔ یہ سن کر ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا اس کو رجم مت کرو، اس عورت کے ساتھ زنا میں نے کیا ہے۔ [۱۴]

موطا امام مالک میں عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ سے سنا کہ رجم اللہ کی کتاب میں حق ہے اس شخص پر جو زنا کرے خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ محصن ہو (یعنی اس کا نکاح ہو چکا ہو اور وطی کر چکا ہو) تو وہ رجم کیا جائے گا بشرطیکہ زنا ثابت ہو چار گواہوں سے یا عورت پر حمل سے یا مرد اور عورت دونوں پر اقرار سے تو گویا اگر عورت کا حمل ہوا اور اس نے شادی نہیں کی ہو تو یہ اس کی زنی پر سب سے بڑی دلیل ہے اور اس کو رجم کیا جائے گا [۱۵]

اس ضمن میں حضرت خزیمہ بن ثابت کی شہادت والی حدیث بھی قابل غور ہے۔ اس حدیث کا واقعہ یوں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے ایک اونٹنی خریدی اور اس کو قیمت ادا

کی پھر اعرابی بعد میں منکر ہوا اور یہ کہنے لگا کہ حضور نے پوری قیمت ادا نہیں کی اور اس پہ گواہ کا مطالبہ کیا حضورؐ نے فرمایا کہ کون میرا گواہ ہوگا تو اس پر حزیمہ بن ثابت نے فرمایا کہ میں آپ کے لئے گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے قیمت ادا کر دی ہے۔ حضورؐ نے اس سے پوچھا کہ تم کیسے گواہی دیتے ہو حالانکہ تم وہاں حاضر بھی نہیں تھے، اس پر حزیمہؓ نے فرمایا کہ جب ہم آپ کو ان خبروں میں سچا مانتے ہیں جو آسمانی ہیں تو پھر ہم آپ کو اونٹنی کی قیمت ادا کرنے میں کیوں نہ سچا مانیں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے لئے حزیمہ گواہی دے وہ کافی ہے۔ اس حدیث سے دو باتیں نکلتی ہیں۔ ایک یہ کہ جب ایک ہی گواہ ہو اور اس کی سچائی میں کوئی شک نہ ہو تو صرف اسی ایک گواہی پر فیصلہ دیا جائے گا، اور دوسری بات یہ کہ صرف حالات اور قرائن سے جو بات معلوم ہوتی ہے اس کو بھی گواہی دینا (یعنی گواہی کا سا انداز اختیار کرنا) کافی ہے خواہ اصل واقعہ کو دیکھا بھی نہ ہو [۱]

اسی طرح قسامہ (نامعلوم مقتول کے قاتل کے بارے میں لوگوں سے قسمیں لینے) کے بارے میں امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر کسی محلہ یا گھر کے قریب کوئی مقتول پایا گیا تو اگر وہاں کسی خاص آدمی میں قتل کرنے کی نشانی موجود ہو یا مقتول کا وہاں کسی خاص آدمی سے ظاہری دشمنی ہو تو پھر وہاں کے پچاس آدمیوں سے قسمیں لی جائیں گی جس میں وہ یہ قسم کھا کر کہیں کہ نہ ہم نے اس کو قتل کیا اور نہ ہمیں اس کے قاتل کا علم ہے۔ پھر جب وہ قسمیں کھا لیں تو اس آدمی سے قصاص لیا جائے گا جس میں قتل کی نشانی موجود ہو گی یا جس کی مقتول سے ظاہری دشمنی ہو گی۔ [۲]

علامہ ابن القیم نے لکھا ہے کہ حدیث میں جو شاہدان کا لفظ آیا ہے اس کے معنی یا تو دو دلیلیں ہیں یا دو شخص یا جو ان دو کے قائم مقام ہوں اور دو عورتیں قائم مقام ایک مرد کے ہوتی ہیں تاکہ ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلائے اور ادائیگی شہادت کے بارے میں قرآن وسنت میں یہ کہیں نہیں کہ جب تک دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں نہ ہوں شہادت مانی ہی نہ جائے اور نیز نصوص قرآن وحدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس سے کم ہوں تو ان کی شہادت پہ کوئی فیصلہ ہی نہ کیا جائے۔ [۳]

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا "اگر تم کسی کے منہ سے شراب کی بو محسوس کرو تو اس کو کوڑے مارو" نیز ان سے یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے ایک ایسے آدمی کو شراب کی حد لگائی جس کے منہ سے شراب کی بو آرہی تھی۔

حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے عبیداللہ سے کہا کہ مجھے تمہارے منہ سے شراب کی بو آرہی ہے اس پر عبیداللہ نے اقرار کیا کہ میں نے انگور کا گاڑھا شیرہ پیا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے اس سے سوال اس لئے کیا کہ میں تو اگر اس کو نشہ میں پالیتا تو اس کو کوڑے لگواتا ان روایات کی بنیاد پر امام مالکؒ اور کچھ دوسرے فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ اگر کسی کے منہ سے شراب کی بو آتی ہو تو یہ اس پر حد نافذ کرنے کے لئے کافی ہے۔ خواہ وہ انکار بھی کرے اور کوئی گواہ بھی نہ ہو۔ اسی طرح اگر کسی شخص کو نشہ کی حالت میں پایا گیا اور دو آدمی گواہی دیں کہ اس کے منہ سے شراب کی بو آرہی ہے تو اکثر فقہاء کے نزدیک اس پر حد لگائی جائے گی۔

اسی طرح اگر کسی نے قئی کی اور اس میں شراب کی بو آنی لگی تو امام مالک اور امام احمد کے نزدیک اس پر شراب کی حد لگائی جائے گی۔ ان کی دلیل حضرت قدام کا واقعہ ہے کہ علقمہ نے اس پر حضرت عمرؓ کے سامنے یہ گواہی دی کہ میں نے اس کو قئی کرتے ہوئے دیکھا اور اس میں شراب کی بو تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جو شراب کی بو والی قئی کرے تو اس نے شراب ضرور پی ہو گی اور اس پر حد نافذ کی۔

اسی طرح دو آدمیوں نے حضرت عثمانؓ کے سامنے ولید بن عقبہ کے بارے میں گواہی دی ایک نے کہا میں نے اس کو شراب پیتے ہوئے دیکھا اور دوسرے نے کہا کہ میں نے اس کو قئی کرتے ہوئے دیکھا۔ حضرت عثمانؓ نے صحابہ کے ایک مجمع کے سامنے فرمایا کہ اس نے قئی اس لئے کی کہ اس نے شراب ضرور پی ہے اور حد کا حکم دے دیا۔ [۵]

مندرجہ بالا روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی قانون میں شراب نوشی کے جرم کے ثبوت میں منہ سے شراب کی بو اور ذہن و جسم پر نشہ کی کیفیت کا حوالہ بھی قرائن کی شہادت تسلیم کرتا

ہے۔ اور بعض اوقات قرائن کی شہادت آنکھوں دیکھی شہادت کے برابر اہم ہوتی ہے مثلاً اگر ہم دیکھیں کہ ایک شخص کسی مکان کے دروازے سے متوحش حالت میں اور ہاتھ میں خون آلود چاقو خنجر لئے نکل رہا ہے اور پھر ہم مکان کے اندر جاکر ایک تازہ ذبح کی ہوئی لاش دیکھیں تو باہر نکلنے والے شخص کو قاتل سمجھیں گے اگر اس قدر قرائن مل جائیں اور دیگر شہادت نہ ملے تو مذکورہ شخص کو قتل کا مجرم ٹھہرایا جاسکتا ہے۔

اسی طرح امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی آزاد عورت کا شوہر نہ ہو اور اس کو حمل ہو گیا ہو تو اگر وہ عورت اپنے قبیلہ میں رہتی ہے اور غیر مقامی یا باہر سے آئی ہوئی نہیں ہے تو اس پر حد زنا نافذ ہوگی اور اس کا عذر قبول نہیں کیا جائے گا تاآنکہ اس کے بیان کی سچائی واضع نہ ہو جائے بایں طور کے وہ اپنی مجبوری کی علامات بتلائے یا ایسے گواہ پیش کرے جن سے معلوم ہو سکے کہ اس شخص کے ساتھ اس کی شادی ہو چکی ہے یا ایسی کوئی اور بات بیان کرے جس سے اس کے بیان کی سچائی ظاہر ہو۔ کیونکہ حمل ہو جانے سے وہ عورت مستوجب حد ہو جاتی ہے اور بغیر ثبوت کے اس الزام سے بری نہیں ہو سکتی۔ ہاں اگر وہ عورت غیر مقامی ہے تو اس کی بات شبہہ کی بنا پر مان لی جائے گی اور وثوق کے ساتھ اسے مستوجب حد قرار نہیں دیا جائے گا۔[۱]

فقہاء کا اجمالی طور پر اس بات پر اتفاق ہے کہ بوقت حاجت ایسی شہادتیں قبول کی جاسکتی ہیں جو عام حالات میں قبولیت کے قابل نہیں ہوتیں اگرچہ ان کی تفصیل میں ان کا اختلاف ہے جیساکہ قرآن نے بوقت سفر ضرورت کے وقت دو غیر مسلموں کی گواہی وصیت کی معاملے میں معتبر مانی ہے۔ یہ دلیل ہے اس جیسی ضرورت اور اس سے زیادہ ضرورت کے وقت کی ایسے حق اور اس سے زیادہ حق کو واضح کر دینے والی چیز کے قبول کر لینے کی جیساکہ صرف عورتوں کی گواہی ان معاملات میں قبول کی جائے گی جہاں صرف عورتیں ہی گواہ ہو سکتی ہیں یا بات ان سے متعلق ہی ہوتی ہے مثلاً نکاح، بیاہ، حمام، حیض نفاس وغیرہ اسی طرح صحابہ اور فقہاء مدینہ کا عمل یہ بھی رہا ہے کہ جب بچے آپس میں ایک دوسرے کو زخمی کر دیتے تو ایسے معاملات میں صرف بچوں

کی گواہی قبول کرتے تھے کیونکہ عموماً ان کے کھیل کود میں بڑے آدمی شریک نہیں ہوتے گویا ان صورتوں میں وہ دو مرد بالغ عادل کی شرط کو ضروری نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس کے علاوہ اگر حق کسی طرح سے بھی ظاہر ہو تو اس کو لے لیتے تاکہ حصول انصاف ممکن ہو۔ چنانچہ علامہ ابن القیم نے لکھا ہے شارعؑ نے حفظ حقوق کا دارو مدار صرف دو گواہوں پر نہیں رکھا، نہ خون کے معاملے میں نہ مال کے مقدمے میں، نہ دیت کے معاملے میں، نہ حد کے بارے میں بلکہ خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرام نے حمل کی وجہ سے حد زنا جاری کی اور صرف بو پاکر شراب کی حد لگائی اسی طرح شراب کی قے کرنے پر بھی شراب کی حد جاری کی۔ لہذا ہم کہتے ہیں کہ جب چور کے قبضے سے چوری کا مال جوں کا توں برآمد ہو جائے اور وہ چوری سے بدنام بھی ہو تو اس کو حد لگائی جائے۔ بلکہ یہ حمل اور شراب کی بو سے زیادہ ظاہر ہے کیونکہ حمل میں ہو سکتا ہے کہ عورت پر جبر کیا گیا ہو۔ اسی طرح شراب کی بو مال مسروقے کی برآمد سے بہت ہلکے درجے کی چیز ہے۔ دیکھئے خلفا و صحابہ نے ایسے دور از کار شبہات کی طرف التفات تک نہیں کیا۔

تو گویا سچی خبر کو رد کر دینا بھی حق کو جھٹلانا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن القیم نے مذکورہ کتاب میں لکھا ہے" جب کوئی شخص اپنی کسی چیز کی وہ علامات بیان کرے جو اس میں موجود ہیں اور اس کے پاس سے یہ چیز کھوئی گئی ہو اور کسی اور شخص کو کہیں مل گئی ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس چیز کو اس شخص کو واپس کر دے جو اس کی علامات بیان کر رہا ہے۔ لہذا اس شخص کا اپنی چیز کی علامات کا وضاحت سے بیان کرنا ہی دو گواہوں جیسا ہے۔ اس سے اس کی سچائی اور اس کے دعوی کی صداقت معلوم ہو جاتی ہے اور یہی بیّنہ ہے۔ [لہ]

مسلمانوں سے حدود کو ممکن حد تک شبہات وغیرہ کے ذریعے رد کرنے کے بارے میں جو احادیث پائی جاتی ہیں۔ ان کو حکم واجب قرار دے کر خواہ مخواہ شبہات پیدا کئے جاتے ہیں، من جملہ ان کے یہ شبہہ بھی ہے کہ شہادت کا مقررہ نصاب پورا نہ ہو تو جرم ثابت نہیں ہوتا، حالانکہ قرآن و سنت کی رو سے اقرار قسم اور قرائن شہادتوں کو مقررہ نصاب کا ایک حصہ قرار دینا عین منشائے

خداوندی ہے امام ترمذی نے لکھا ہے کہ متذکرہ احادیث کی اسناد ضعیف اور ناقابل اعتبار ہیں۔ بہر حال صحیح احادیث کی بنیاد پر بھی شہادت میں مبالغہ کرنے کا کوئی جواز نہیں۔[۱۲]

کبھی کبھی واقعاتی شہادت فیصلہ کن ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً اگر طبی معائنہ سے یہ ثابت ہو جائے کہ کسی عورت سے مباشرت کی گئی ہے تو واقعاتی تانے بانے میں جو شخص بھی پھنس جائے وہی سزا کا مستحق ہے۔ اسلام کے تعزیراتی نظام کا مقصد یہ نہیں کہ کسی کو سزا نہ ہو سکے بلکہ یہ ہے کہ کوئی شخص ظن غالب کی حد تک جرم میں ملوث پایا جائے تو اسے سزا دی جائے تاکہ وہ اس جرم کا اعادہ نہ کرے اور دیگر لوگ اس سے عبرت پکڑ کر جرائم سے کنارہ کش ہو جائیں۔ اگر لوگوں کو یقین ہو کہ وہ مختلف شبہات پیدا کر کے سزا سے بچ جائیں گے تو وہ اسلامی معاشرہ کو تباہ و برباد کر دیں گے۔

زمانۂ قدیم سے تفتیش مجرم اور تفتیش جرم کے بہت سے طریقوں پر عمل درآمد ہوتا رہا ہے ان میں گواہی اور اقرار کے علاوہ قرائن و واقعات سے جرم کو ثابت کرنا بھی شامل ہے۔ سائنسی علوم و فنون اور تہذیب و تمدن کی ترقی کے ساتھ ساتھ قرائن کی شہادت کا دائرہ وسیع ہو گیا ہے اور اب بہت سے امور میں اس پر انحصار کیا جا سکتا ہے۔ طبی اصول قانون، ہاتھ کے نشانات اور تحریر کی شناخت کے فنون کو جرائم کے ثبوت اور حقوق کے اثبات کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ سب امور ایسے اہم کردار ادا کرتے ہیں کہ ان پر غور و فکر سے اصل مجرم کا پتہ لگایا جا سکتا ہے اور کوئی چیز اپنے اصل حقدار کو دی جا سکتی ہے اور معاشرہ کو مضر لوگوں سے نجات دلائی جا سکتی ہے۔

آج کل مسلمان اپنے دین سے اتنے دور ہو چکے ہیں کہ نہ تو وہ کسی جرم یا حق پر گواہی دیتے ہیں اور نہ کسی جرم یا حق کا اقرار کرتے ہیں اس لئے اصول انصاف بہت ہی مشکل ہو گیا ہے۔ لہٰذا موجودہ وقت میں قرائن اور واقعات کی شہادت کو اور بھی زیادہ اہمیت حاصل ہو گئی ہے اور اس کے دائرے کو وسیع کرنے کی ضرورت ہے تاکہ مجرم کسی طرح سزا سے بچ نہ سکے۔ اس ضمن میں مصلحتِ زمانہ کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ اگرچہ فقہ حنفی، شافعی اور مالکی میں قرائن کی شہادت کو زیادہ وقعت

نہیں دی گئی ہے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس زمانے میں دوسری شہادتیں میسر تھیں لیکن ان کے اقوال سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ اگر انسانوں کی شہادت سے جرم ثابت نہیں ہوتا مگر قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ جرم فلاں نے کیا ہے تو اس کو سزا نہیں دی جائے گی خاص کر موجودہ حالات میں جب کہ لوگ یا تو عموماً شہادت ہی نہیں دیتے یا جھوٹی شہادت دیتے ہیں[۱۳] ان حالات میں قرائن کی شہادت حدود و قصاص اور ہر قسم کے جرائم میں معتبر مانی جانی چاہیئے تاکہ معاشرہ ہر قسم کے جرائم سے محفوظ رہے۔

حوالہ جات

۱؎ اعلام الموقعین جلد اوّل ص: ۹۱

۲؎ اعلام الموقعین جلد ۱ ص: ۹۱-۹۲

۳؎ سورۂ یوسف

۴؎ تلک حدود اللہ ابراہیم احمد وقفی ص: ۴۴ مطبوعہ اسلام آباد

۵؎ موطا امام مالک (اردو ترجمہ) ص: ۵۹۸ مطبوعہ اسلامی اکادمی لاہور۔ ص: ۸

۶؎ المبسوط للامام السرخسی جلد ہشتم۔

۷؎ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع علامہ کاسانی جلد ۷ ص: ۲۸۶

۸؎ اعلام الموقعین ص: ۴۶۔

۹؎ التشریح الجنائی الاسلامی عبدالقادر عودہ جلد ۲

۱۰؎ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ علامہ جزیری جلد ۵ اردو ص: ۱۶۷

۱۱؎ اعلام الموقعین ابن القیم جلد اول صفحہ ۴۱-۵۷۔

۱۲؎ جامع ترمذی کتاب الحدود

۱۳؎ البحر الرائق شرح کنز الدقائق جلد ہفتم ص: ۶۳